دنیا کی حرص و ہوس اور اس کی حقیقت

ام میمونہ (شاہ کوٹ)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے دنیا میں اتارا تو فرمایا:

﴿فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون﴾

یعنی پھر اگر آئے تم کو میری طرف سے ہدایت تو جس نے پیروی کی اُس ہدایت کی پھر نہ خوف ہوگا۔ اس پر اور نہ غمناک ہوں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورُسل علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لائے۔ ان کی آمد کا مقصد کیا تھا......؟ اور ان کی دعوت فکر کیا تھی؟ ان کی تعلیم انسان کو کیا تھی؟

اللہ رب العزت نے ہر دور میں انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کیلئے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔ جب بھی اس کے بندوں نے اس سے منہ موڑ کر غیروں کو اپنا معبود بنالیا اور جو تعلق اس کا حق تھا' اس کو دوسروں سے منسلک کرلیا اور اپنے خالق اور پالنے والے کو بھول گئے۔ دنیا میں ہمیشہ قیام کا تصور ان کے ذہنوں میں سما گیا۔

اسی بات کی درستگی اور آشنائی کیلئے نبی آئے اور اللہ کے بندوں کو مالک حقیقی سے متعارف کرایا اور بتایا کہ لوگو! دنیا دار العمل ہے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جو بھی دنیا میں بونا ہے وہی آخرت میں کاٹنا ہے۔ دنیا میں انسان اپنی آخرت سنوارنے کیلئے بھیجا گیا ہے نا کہ ہمیشہ قیام کیلئے۔

دنیا کی زندگی عارضی ہے۔ اس دنیا میں رہ کر اپنے آقا و مولا کو راضی کرلو۔ کامیاب ہو جاؤ گے۔ اپنی جنت میں جانے کا سامان مہیا کرلو۔ دائمی عیش وعشرت پالو گے۔ اگر تم اس دنیا میں اپنی من مانیاں کر کے یہاں سے کوچ کرو تو پھر اللہ کی پکڑ سے تم کو کوئی حجت نہ بچا سکے گی اور ہمیشہ کی ناکامی تمہارا مقدر بن جائے گی۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پاکباز جماعت اپنے وقت پر آکر اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلاتی رہی اور نبوت کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری امت محمدیہ کو سونپ دی ہے کہ قیامت تک لوگوں کو میرا پیغام ہدایت پہنچانا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کتاب ہدیٰ میں فرماتے ہیں:

﴿کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ﴾

تم بہترین اُمت ہو۔ لوگوں کے لیے نکالے گئے ہو۔ تم لوگوں کو اچھی بات کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اب ہم میں سے ہر مسلمان ایک داعی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اپنے اپنے مقام پر ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھی فکر کرے اور دنیا میں قیام کے اصل مقصد کی فکر دلائے۔

اس وقت بھی عالم اسلام ان ہی حالات سے دوچار ہے۔ اخلاقی قدریں تقریباً ختم ہو چکی ہیں۔ مسلمان بس یہود ونصاریٰ کی نقالی میں دنیا ہی کو اپنا مقصد حیات بنا چکے ہیں۔ مال واقتدار کی ہوس میں حلال حرام کی تمیز ختم ہو چکی ہے۔ اپنے مقصد پر منہج کو فراموش کر چکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ امت مسلمہ کو خواب غفلت سے بیدار کیا جائے اور اس کو اصل مقصد سے آگاہ کیا جائے اور موجودہ ذلت ورسوائی کے اسباب ان کو بتائے جائیں۔ شاید کہ صاحب بصیرت اس پر غور وخوض کریں۔ اسی حوالے سے چند گذارشات قارئین کی نذر کرنا چاہوں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وما ھذہ الحیوۃ الدنیا الا لھو ولعب وان الدار الاخرۃ لھی الحیوان لو کان یعلمون﴾ (سورۃ عنکبوت)

اور دنیا کی زندگی محض کھیل تماشہ ہے اور حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ اگر یہ لوگ جانتے ہوتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا:

لو کانت الدنیا تعدل عنداللہ جناح بعوضۃ ما سقی کافرا منھا شربۃ مآء

اگر دنیا کی قدر وقیمت مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔

غور فرمائیے کہ مچھر کا پَر تو کجا پورے مچھر کی ہمارے نزدیک کیا اہمیت ہے......؟ اس دنیا کو پیدا کرنے والا خالق اور مالک اس کی حقیقت کو ہمارے سامنے بیان کر رہا ہے کہ اے میرے بندو! **﴿بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والاخرۃ خیر وابقی﴾** بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اے میرے بندو! دنیا میں تو تم آزمانے کیلئے بھیجے گئے ہو کہ تم میرے کتنے فرمانبردار ہو؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ مجھے دنیا سے کیا لینا ہے۔ میری مثال تو اس سوار کی سی ہے جو سخت گرمی میں سفر کر رہا ہو۔ گرمی کی شدت میں کوئی سایہ

دار درخت نظر آ جائے تو اس کے سایہ میں تھوڑی دیر آرام کرنے کیلئے دوپہر میں ٹھہر جائے۔ پھر اس درخت کو وہیں چھوڑ کر آگے چلا جائے۔

حقیقت یہی ہے کہ یہ دنیا ایک عارضی گزرگاہ ہے اور دارالعمل ہے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہیں اور آخرت انسان کا اصل ٹھکانہ ہے۔ جہاں انسان اپنے کیے ہوئے اچھے اور برے اعمال کی جزا و سزا کو پائے گا۔

دنیا کی تمام حالتیں عارضی اور فانی ہیں۔ اگر کوئی غریب ہے تو اس کی غربت عارضی ہے اور اگر کوئی خوبصورت اور جوان ہے تو اس کی جوانی ایک دن بڑھاپے میں بہہ جائے گی اور اس کی طاقت اور حسن جاتا رہے گا۔ یہ ہمارا روزمرہ زندگی کا مشاہدہ ہے۔ کبھی رات آتی ہے اور کبھی دن، کبھی سورج طلوع ہوتا ہے اور کبھی غروب۔ کبھی سردی کا موسم آجاتا ہے تو کبھی گرمی آجاتی ہے۔ ایک آدمی آج بادشاہ ہے تو کل فقیر۔

دنیا کی یہ تمام چیزیں عارضی اور فانی ہونے کی دلیل ہیں۔ اس دنیا میں آج کا زندہ ایک دن مرنے والا آج کی نئی چیز ایک دن پرانی ہو جائے گی۔ یہ دنیا فانی ہے۔ یہ ایک دن ختم ہو جائے گی۔ لیکن انسان جو اپنی زندگی میں اچھے یا برے اعمال کرتا ہے۔ وہ اس کی آخرت کی زندگی کو سنوارنے اور بگاڑنے کا سبب بنتے رہتے ہیں۔

دنیا کی زندگی چاہے کتنی ہی لمبی ہو جائے ایک دن ختم ہو جانا ہے اور آخرت کی زندگی کبھی بھی ختم ہونے والی نہیں۔ اس صورت میں یہ بات انسان پر واضح ہو جانی چاہئے کہ ایک ایسی چیز کے پیچھے بھاگنا جو کسی طرح بھی اپنے پاس نہیں رہ سکتی۔ بے وقوفی کی انتہا ہے مگر ہم لوگوں کی عقل پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ دنیا کی رعنائیوں میں کھو کر آخرت کے سفر کیلئے زادِ راہ تیار کرنے کی فکر کو بھول چکے ہیں۔ دنیا سامان سفر بکھرا پڑا ہے اور اس ویٹنگ روم کی آرائش میں اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک مرتبہ دنیا کا ذکر آیا تو فرمایا

احلام نوم او کظل زائل ان اللبیب بمثلھا لا یخدع اس کی مثال سونے والوں کے خواب کی ہے یا چلنے والے سایہ کی سی ہے۔ عقلمند آدمی کو اس جیسی چیز کے ساتھ دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص تم میں سے یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بغیر سیکھے علم عطا فرمائیں اور بغیر کسی کے راستہ بتائے ہدایت عطا فرمائیں۔ کوئی تم میں سے ایسا ہے جو یہ چاہتا ہو کہ حق تعالیٰ شانہ اس کے اندھے پن کو دور کر کے اس کے (دل) کی نگاہ کو کھول دیں۔ اگر ایسا چاہتے ہو تو سمجھ لو کہ جو شخص دنیا سے بے رغبتی کرے اور اپنی امیدوں کو مختصر رکھے، حق تعالیٰ اس کو بغیر سیکھے علم عطا فرماتے ہیں اور بغیر کسی کے راستہ دکھائے ہدایت عطا فرماتے ہیں۔ (درمنثور)

کس قدر انعام ہے اس شخص پر جو اپنی امیدوں کو مختصر رکھے اور دنیا کی رغبت نہ رکھتا ہو۔ فرمایا پیارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ((**قد افلح من اسلم ورزق کفافا وقنعه الله بما اتاه**)) (مسلم)

یعنی اس شخص نے فلاح پالی جس نے اسلام قبول کر لیا اور بقدر ضرورت روزی دیا گیا اور جو چیز اس کو اللہ پاک نے عطا کی اس پر قناعت کی۔

قناعت ایک ایسی دولت ہے جس کی وجہ سے انسان کو حقیقی راحت میسر آتی ہے۔ کیونکہ انسان کی خواہشات اتنی ہیں کہ دنیا میں پوری نہیں ہو سکتیں۔ انسان کی خواہشات صرف جنت میں جا کر ہی پوری ہوں گی۔ دنیا میں آج تک کسی انسان کی تمام خواہشات پوری نہیں ہوئیں۔ ہر انسان کسی نہ کسی معاملے میں پریشان ہی نظر آتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابن آدم کے پاس مال سے بھری دو وادیاں ہوں تو پھر بھی وہ تیسرے کی خواہش کرے گا اور انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور توبہ کرنے والوں کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے۔ (بخاری شریف)

قناعت کے بارے میں کسی نے خوب کہا ہے:

قناعت کرنے کی وجہ سے غلام آزاد ہے
اور آزاد لالچ کرنے کی وجہ سے غلام ہے

قناعت حقیقت میں بادشاہت ہے۔ اس کی وجہ سے انسان بلاوجہ تفکرات سے محفوظ رہتا ہے۔ کیونکہ انسان کی ضرورت ایک وقت میں ایک وقت کی روٹی اور تن پر کپڑا ہے۔ ضرورت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ باقی خواہشات جنت میں پوری ہوں گی کیونکہ دنیا کافر کیلئے جنت ہے اور مومن کیلئے قید خانہ اس لیے قید خانے میں آدمی اپنی مرضی نہیں چلاتا۔ وہ قید خانے والوں کے حکم کا مطیع ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن آدمی کے قدم اس وقت تک (محاسبہ) کی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے۔ جب تک پانچ باتوں کے متعلق اس سے سوال نہ کر لیا جائے اور ان کا معقول جواب نہ مل جائے۔

(۱) اپنی عمر کو کس کام میں خرچ کیا......؟
(۲) اپنی جوانی کو کس کام میں ضائع کیا......؟
(۳) مال کہاں سے کمایا تھا......؟
(۴) اور کس کس مصرف میں خرچ کیا تھا......؟
(۵) اور اپنے علم پر کیا عمل کیا......؟

غور کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام ذریعے سے مال کے جمع کرنے سے تو منع فرمایا ہے لیکن حلال کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا کہ مال تو حلال طریقے سے کمایا، لیکن لگایا کہاں......؟ اس کو میرے بتائے ہوئے طریقے سے استعمال کرتے رہے یا شیطانی راہوں میں اڑا دیا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح اور ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ ہم اپنے مالک کو کیا جواب دیں گے۔ یا اللہ جو

کچھ تو نے کرنے کیلئے بھیجا تھا وہ تو نہ کر سکے لیکن جان جوکھوں میں ڈال کر شیطان کو خوش کرتے رہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عقلمند وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو اپنے تابع کرلیا ہے اور مرنے کے بعد کام آنے والے عمل کرتا ہے۔ احمق اور بیوقوف ہے وہ جس نے اپنے نفس کو خواہشات کا پابند اور غلام بنالیا ہے اور اللہ سے امید رکھتا ہے کہ میرا رب معاف کردے گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک مرتبہ اپنے لشکر کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے۔ پرندان پر سایہ کیے ہوئے تھے اور جن و انس دائیں بائیں تھے۔ ایک عابد پر گزرے۔ اس نے جاہ وجلال دیکھ کر سبحان اللہ کہا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مسلمان کے اعمال نامہ میں ایک مرتبہ سبحان اللہ سلیمان علیہ السلام کے سارے ملک سے زیادہ افضل ہے۔ اس لیے کہ یہ ساری سلطنت بہت جلد ختم ہونے والی ہے اور سبحان اللہ کا ثواب ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

اللہ رب العزت اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دائمی کامیابی حاصل کرنے کی راہ دکھائی ہے اور ناکامی والی راہ سے آشنا کردیا ہے۔ اب ہمارا کام ہے کہ جس طرح دنیا کے دوسرے کاموں میں غوروفکر کے بعد فیصلہ کرتے ہیں۔ اسی طرح کبھی اس بارے میں بھی سوچ لیا کریں کہ ہم نے کیا کرنا تھا اور کیا کررہے ہیں......؟

اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران میں فرماتے ہیں:

﴿کل نفس ذائقة الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامة فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز وما الحیوة الدنیا الا متاع الغرور﴾ (آل عمران)

ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور قیامت کے دن تم کو تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ پھر جو شخص جہنم کی آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آتش جہنم سے بچنے اور جنت میں داخلے کی کامیابی بتارہے ہیں اور ہم کامیابی کسے سمجھتے ہیں۔ کوٹھی، کار، بنگلہ، عہدہ اور اقتدار۔ یہ چیزیں کچھ بھی اہمیت نہیں رکھتیں۔ بڑے بڑے مال و متاع اور اقتدار کے مالک دنیا میں آئے اور خالی ہاتھ دنیا سے چلے گئے۔ فرعون، قارون، نمرود، شداد، سکندر اعظم کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ سکندر اعظم یونان سے ہندوستان تک علاقے فتح کرتے ہوئے پہنچ گیا۔ لیکن ہوس اقتدار ختم نہ ہوا۔ ۳۶ سال کی عمر میں فوت ہوا اور کہہ گیا تھا کہ میرے ہاتھ کفن سے باہر نکال دینا تاکہ دنیا دیکھ لے کہ آج آدھی دنیا کا مالک خالی ہاتھ اس دنیا سے کوچ کررہا ہے۔

اس لیے آیئے اس فانی دنیا سے دل لگانے کی بجائے ہمیشہ رہنے والے گھر کی تیاری کریں اور آخرت میں کام آنے والے اعمال کو اپنالیں تاکہ دنیا میں بھی باعزت رہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرکے دائمی سکون وآرام کی زندگی کو پالیں۔ کیونکہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ اہل و عیال، مال اور عمل۔ ان میں سے دو چیزیں واپس آجاتی ہیں اہل اور مال اور عمل باقی رہ جاتا ہے۔

آج کل انسان یہ سوچتا ہے کہ مال جمع کرجاؤں گا تو اولاد آرام سے زندگی بسر کرتی رہے گی۔ اسی فکر میں نہ حلال حرام کی تمیز کرتا ہے اور نہ کسی کا ناجائز مال ہتھیانے سے دریغ کرتا ہے۔ سود اور رشوت سے مال جمع کرتا ہے۔ دوسروں کے حق غصب کرتا پھرتا ہے اور اپنی اولاد کی فکر کرتا ہے کہ آرام سے رہیں گے۔ چاہے ان کی موت مجھ سے پہلے آجائے۔ بہرحال عجیب ہی صورتحال ہے۔

جبکہ آدمی کے ساتھ اس کی اولاد اور اہل خانہ کا سلوک یہ ہوتا ہے کہ جب آنکھ بند ہوئی (جس کو پہلے پاپا ڈیڈی، ابو کہہ کر پکارتے تھے) فوراً میت، لاش کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ جلدی کرو، جلدی کرو کی آوازیں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ کفن، دفن کے بعد جائیداد کی تقسیم کا مسئلہ شروع ہو جاتا ہے اور مرنے والا جو اپنے کیے ہوئے اعمال کو بھگت رہا ہوتا ہے۔ اس کو سب بھول جاتے ہیں۔ اگر کوئی یاد بھی کرتا ہے تو کہتا ہے مجھے بیچارا فلاں چیز لاکر دیا کرتا تھا۔ اب کہاں سے لوں۔ اپنی خواہشات کے تذکرے ہوتے ہیں مرنے والے سے کوئی لگاؤ نہیں۔

اس لیے کیا یہ بہتر نہیں کہ انسان اپنی عاقبت کو سنوارنے کی کوشش کرے اور اولاد کیلئے مال خزانے کی فکر کی بجائے اچھی تربیت اور تعلیم کو منتخب کرے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ بیٹے تھے اور انہوں نے ترکے میں تقریباً دس بارہ یا اس سے کم دینار چھوڑے۔ ان کے انتقال کے وقت بچوں کے ماموں نے کہا کہ آپ نے میرے بھانجوں کو تباہ کردیا۔ ان کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ وہ اب کیا کریں گے۔

تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ اگر یہ نیک ہوں گے اللہ ان کا خود کفیل اور والی ہے اور اگر یہ گنہگار ہوں گے تو میں اپنے مال سے ان کی معصیت میں اعانت نہیں کرنا چاہتا۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

وہی ایک ہے جس کو دائم بقا ہے
جہاں کی وراثت اسی کو سزا ہے
سوا اس کے انجام سب کا فنا ہے
نہ کوئی رہے گا نہ کوئی رہا ہے

اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے اور بقدر ضرورت رزق پر قناعت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کرے۔ آمین۔

وما علینا الا البلاغ المبین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆